مولای صل وسلم دائما ابدا ‏ علی حبیبک خیر الخلق کلهم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں مجلس ذکر منعقد ہوتی تھی ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارفؒ کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنھوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالا "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است ‏ خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبرہ ۲۰۰ نومبر ۱۹۸۱ء

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ مَرِضْتُ عَامَ الْفَتْحِ مَرَضًا اَشْفَیْتُ عَلَی الْمَوْتِ فَاَتَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ مَالًا کَثِیْرًا وَلَیْسَ یَرِثُنِیْ اِلَّا ابْنَتِیْ اَفَاُوْصِیْ بِمَالِیْ کُلِّہٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَثُلُثَیْ مَالِیْ قَالَ لَا قُلْتُ فَالشَّطْرُ قَالَ لَا، قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ اَلثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ کَثِیْرٌ اِنَّکَ اِنْ تَذَرَ وَرَثَتَکَ اَغْنِیَآءَ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَھُمْ عَالَۃً یَتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَاِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَۃً تَبْتَغِیْ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ اِلَّا اُجِرْتَ بِھَا حَتَّی اللُّقْمَۃَ تَرْفَعُھَا اِلٰی فِیْ امْرَاَتِکَ [1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال اتنا سخت بیمار ہُوا کہ موت کے کنارے پہنچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف

---

[1] مشکوٰۃ، ص: ۲۶۵-

لائے ، مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے پاس بہت سا مال ہے مگر ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں ہے تو کیا مَیں اپنے سارے مال کے بارے میں وصیّت کر جاؤں ؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ دو تہائی مال کے بارے میں وصیّت کر دوں ؟ آپ نے فرمایا ، نہیں ، مَیں نے عرض کیا کہ آدھے مال کے بارے میں وصیّت کر دوں ؟ فرمایا ، نہیں ، مَیں نے عرض کیا کہ تہائی مال کے بارے میں وصیّت کر دوں ؟ فرمایا ہاں تہائی مال کے بارے میں وصیّت کر سکتے ہو۔ اگرچہ یہ بھی بہت ہے اور یاد رکھو کہ تم اپنے وارثوں کو خوش حال چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو مفلس و قلاش چھوڑ کر جاؤ اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور جان لو کہ تم اپنے مال کا جو حصّہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے جذبہ سے خرچ کرو گے تمہیں اس خرچ کرنے پر ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ تمہیں اس لقمے کا بھی ثواب ملے گا جو تم اپنی بیوی کے مُنہ میں دو گے ۔

مورث کے لیے تہائی مال سے زیادہ کی وصیّت کرنا جائز نہیں

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس سال مکہ مکرمہ فتح ہُوا اُس سال میں بیمار ہوگیا اور بیماری اتنی بڑھی کہ اَشْفَیْتُ عَلَی الْمَوْتِ میں موت کے قریب ہوگیا۔ فَاَتَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلّم یَعُوْدُنِیْ ۔ میرے پاس جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے بیمار پُرسی کے لیے ، مَیں نے عرض کیا اِنَّ لِیْ مَالاً کَثِیْرًا میرے پاس مال ہے زیادہ اور میری وارث میری بیٹی ہے بس ، اور ورثا ہیں ہی نہیں ایک بیٹی ہے ۔ بیٹی کی تو کوئی خاص بات نہیں ہوتی ۔ گذارہ کرلے گی۔ شادی ہو جائے گی۔ اَفَاُوْصِیْ بِمَالِیْ کُلِّہٖ تو میرا مال جو ہے سبھی بچے گا تو کیا میں اپنے سارے مال کی وصیّت کر دوں کہ خُدا کی راہ میں خرچ کر دیا جائے ، جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے منع فرما دیا ۔ مَیں نے کہا کہ دو تہائی مال کے بارے میں وصیّت کر دوں ۔ فرمایا نہیں ۔ مَیں نے کہا آدھے کے بارے میں کر دوں ۔ فرمایا نہیں ، تو مَیں نے کہا کہ تہائی کی وصیّت کر دُوں تو فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے ثُلث ایک تہائی مال یہ وصیّت کر سکتے ہو اور یہ بھی بہت ہے وَالثُّلُثُ کَثِیْرٌ یہ بھی بہت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو نظام رکھا ہے وہ غیر معمولی طور پر کہیں کہیں ہٹتا ہے ورنہ وہ نظام جاری رہتا ہے ۔ یہ نظام خُداوند کریم نے رکھا ہے کہ ایک سے

دوسرے کو سہارا لگتا رہے۔ اگرچہ مُسَبِّبُ الْاَسْبَابْ اور رازقِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لیکن ظاہری اسباب ملحوظ رکھنے یہ بھی واجب ہے۔ مثلاً ایک تہائی میں وصیت فرمائی کہ کردو ایک تہائی، اور باقی، دو تہائی یہ ورثاء کو پہنچنا چاہیے اگر کوئی کہے کہ اُن کا خُدا مالک ہے، مجھے تو دے دینا چاہیے سارا کچھ، اگرچہ اس کی یہ بات حق ہے، صحیح ہے، اپنی جگہ حقیقت کے مطابق ہے، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے جو نظام یہاں رکھا ہے اُس نظام کے خلاف ہے۔ اس واسطے اس کی اجازت نہیں دی گئی۔

آدمی کے مال چھوڑ کر دُنیا سے جانے میں بھی بہتری ہے

اور پھر یہ فرمایا کہ یہ جو ہوتا ہے کہ آدمی مال چھوڑ جاتا ہے اور بعد میں ورثا اُسے استعمال کرتے ہیں تو اس میں بھی بہتری ہے یہ بھی خدا کو پسند ہے۔ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَآءَ یا اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِیَآءَ اپنے وارثوں کو مستغنی چھوڑ کر جاؤ دُنیا سے خَيْرٌ مِنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اُن کو بالکل قلاش چھوڑ کر جاؤ محتاج چھوڑ کر جاؤ يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ لوگوں کے ہاتھوں کو دیکھیں یا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، مانگیں لوگوں سے تو ظاہری اسباب میں جو چیز ہے اس کو اختیار کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ نظامِ عالم میں رکھی گئی ہے۔ کبھی کبھی ایسے بھی ہوتا ہے جہاں بالکل کوشش کر کے آدمی عاجز آجائے نہ کر سکے کچھ بھی، وہاں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے کام دُعا کی جائے تو وہ ازغیب سامان پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن اپنی سی کوشش میں کمی کرنا یہ نہیں بتلایا گیا کہیں،

دینی مسائل پر غیر مسلموں کے اعتراض مسائل کو غلط انداز میں پیش کرنے والوں کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

اور جتنا اعتراض ہے لوگوں کا (یعنی) غیر مُسلم اور مذہب دُشمن عناصر کا کہ اسلام نے قناعت سکھلائی ہے توکل سکھلایا ہے یہ تو ایسے ہے جیسے افیون کی گولی کھلا دی جائے اور سلا دیا جائے، ترقیوں سے روک دیا جائے تو وہ اعتراض کرتے ہیں اُن لوگوں پر کہ جنھوں نے یہ غلط انداز میں پیش کی بات، حقیقت ایسے نہیں ہے حقیقت تو جو احادیث سے معلوم ہوتی ہے وہ ہی ہوگی نا حقیقت، کسی آدمی کے کچھ کر دینے سے کہ یہ اسلام نے سکھلایا ہے یا میں یہ سمجھا ہوں، یہ بات تو اس کی اپنی بات ہوگی اسلام کی نہیں ہو سکتی۔ اسلام کی تو وہی ہوگی جو قرآن اور حدیث سے بھی ثابت ہو رہی ہو۔ اس میں تو یہی ہے کہ آپ نے اجازت نہیں دی کہ کوئی آدمی مرتے وقت سارا مال خرچ کرے۔ لہٰذا اگر کسی آدمی نے وصیّت کی بھی ہو کہ میرا سارا مال خدا کی راہ میں دے دیا

جائے، توبھی وہ وصیّت نہیں چل سکتی۔ ورثاء اس کے اگر قاضی کے سامنے چلے جائیں کہ یہ وصیت ہوئی تھی۔ اس طرح سے فلاں وقت ہمارے مورث نے کی ہے، لیکن ہمیں یہ دُشواری ہے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں پڑھانا ہے لکھانا ہے۔ یہ ہے یہ ہے جو بھی کچھ ہے حال اُن کا، تو پھر قاضی وہ مال قبضے میں لے لے گا اور ایک تہائی دے دے گا۔ دو تہائی اُن کے لیے رکھ لے گا۔ اُس وصیّت کو منسوخ کر دے گا۔ تو یہ جو چیز ہے اس درجے میں لازمی ہوگئی یہ ایک جز بن گیا ہے شرعی تعلیم کا، اور اس میں ردّ و بدل نہیں کرسکتا انسان اپنی مرضی سے، اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَآءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ اور پھر ارشاد فرمایا وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِىْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّآ اُجِرْتَ بِهَا جو بھی کچھ تم خرچ کرتے ہو تو اس پر تمھیں اجر ملتا ہے۔

اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے سے بھی اجر ملتا ہے

اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے میں بھی اجر ملتا ہے اِلَّآ اُجِرْتَ بِهَا اور ایسی چیزوں میں بھی اجر ملتا ہے کہ جس میں انسان کو گمان بھی نہ ہو کہ اجر مل رہا ہوگا۔ کوئی بیمار ہوگیا اُسے پانی پلا رہا ہے، کوئی بیمار ہوگیا اسے کھانا کھلا رہا ہے۔ بیوی بیمار ہوگئی اسے کھانا کھلا رہا ہے اس میں کوئی خیال نہیں ہوتا اجر کا دھیان ہی نہیں جاتا مگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اِلَّآ اُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَآ اِلٰى فِىْ امْرَأَتِكَ اگر لقمہ اُٹھا کر دے دیں تو اس عمل پر بھی تمھیں ثواب ملے گا ابھی لقمہ کمائی سے تو بنا ہی ہے وہ، لیکن یہ عمل جو ہے اُٹھا کر کھلا دینا چمچے سے یا کسی اور چیز سے اس عمل پر اجر ہے اس نے اپنا وقت صرف کیا اور اس نے دل داری کی ہے، اس نے بیمار کی خدمت کی ہے یعنی طرح طرح کی جتنی قسمیں بن جائیں گی اُتنی قسم کا اجر بن جائے گا آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے رہنا، بسنا، معاملات ٹھیک رکھنے یہ ساری چیزیں سمجھائی ہیں بتلائی ہیں۔ سکھلائی ہیں، ان سب کو واجب قرار دیا ہے اور ایک جامع چیز ہے اسلام، بلکہ سب سے زیادہ جامع ضابطۂ حیات ہے نہ تو کسی کے قانون میں اتنے ضابطے ہیں دُنیا کے اور نہ کسی مذہب میں اتنے ضابطے ہیں جتنے کہ اسلام نے بتلائے ہیں اور تمام چیزوں میں، ہر کام میں اجر رکھ دیا ہے وہ کام جو عبادۃً کرتا ہے اس میں بھی اجر رکھ دیا ہے اور جو کام عادۃً کرتا ہے اس میں بھی

(بقیہ برصـ۴۲ پر)

ہے۔ اس لیے اسے حق نہیں کہ کسی بات کو مجھ سے منسوب کرے۔ مَیں یہ بات زور دے کر کہوں گا کہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اس کے پاس کوئی چیز از قسم کاغذ، کتاب، مُہر وغیرہ ہے تو اس نے اسے غیر شرعی طور پر حاصل کیا ہے۔ یعنی تالا توڑ کر اور جو چاہا لکھ لیا، البتہ اس نے نقدی کو خواہ کم ہو خواہ زیادہ نہیں چھیڑا۔" (مکتوبات سیاسی مولانا عبیداللہ سندھی۔ مرتبہ پروفیسر محمد اسلم صاحب)

ایسے شخص نے خواہ کتنی ہی دیانت کے ساتھ امالی مرتب کیے ہوں اس کی روایت واملا پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ مولانا محمد مدنی مرحوم نے اپنی تفسیر (امالی) میں بعض آیات کی تفسیر کی تکمیل کے لیے اس کے امالی سے استفادہ کیا، لیکن وہیں اس کی ناقابلِ اعتماد راویانہ حیثیت کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے۔

ان تفاسیر کے مطالعے میں اگر ایک ترتیب کا بھی خیال رکھا جائے تو قرآنِ حکیم کی انقلابی دعوت سے قاری کا ذہن بہت جلد آشنا ہو سکتا ہے، یعنی پہلے سورۂ فاتحہ سورۂ عصر، سورۂ اخلاص، سورۂ معوذتین اور سورۂ فتح کی تفسیر کا مطالعہ کیا جائے اور اُن کے ذریعے سے انقلاب کی اساس اُصول، فکر اور انقلاب کے بارے میں قرآنِ حکیم کا ابتدائی نظریہ سمجھ لیا جائے جب اُن کے مطالب سے ذہن پوری طرح آشنا ہو جائے تو سورۂ مزمل اور سورۂ مدثر کی تفاسیر کا مطالعہ کیا جائے تاکہ انقلاب کی قومی منزل اور اس کے مسائل سے واقفیت ہونے اور انقلاب کی بین الاقوامی منزل کے نشیب و فراز اور پیچ و خم کو سمجھنے اور قرآن کی انقلابی رہنمائی سے مستفید ہونے کے لیے ذہن تیار ہو جائے اور اُس کے بعد سورۂ قتال کی تفسیر کا مطالعہ کیا جائے تو بین الاقوامی انقلاب کی ضرورت اور اہمیت اور اس کے مسائل سے ذہن کو آشنا ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔

بقیہ : درسِ حدیث

فرق ذرا سا یہ کر دیا ہے کہ نیت اپنی ٹھیک رکھ لی خُدا کی طرف رغبت کہ وہ راضی ہو جائے وہ اجر دے دے اتنا سا کام اتنی سی تبدیلی، مگر یہ اتنی سی نہیں ہے یہ بُنیادی ہے، یہ بُنیادی تبدیلی ہے یہ تبدیلی آجائے تو پھر آدمی میں انقلاب آجاتا ہے، بالکل بدلتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام پر استقامت بخشے۔